قرآن کا صیغہ نہی اور عائلی منکرات

*سمیعہ مجاہد
**ڈاکٹر نسیم محمود

Abstract

Islam has prescribed its orders either demanding some acts or avoiding from the prohibited acts. This research article is about the Islamic prohibitions regarding family matters. No doubt family is the most sacred and sensitive institution of the society and Islam has well established this institution with its orders providing the ethical, spiriyual and legal values to the Muslim Society. Some of these orders are purely family matters and some are family as well as the matters related to the whole society. This research paper is to elaborate the Islamic prohibitions which affect the family as well as the social life of the individuals and it is just to make the society peaceful and obligation and rights onserving society.

قرآن پاک میں متعدد احکام نازل ہوئے ہیں جن میں کچھ احکام ایجابی (اوامر) ہیں اور کچھ سلبی (نواہی)، ایجابی احکام یا اوامر سے مراد وہ احکام ہیں جن میں کسی کام کے کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے اور سلبی سے مراد وہ احکام ہیں جن میں کسی کام کے ترک کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ قرآن کے سلبی احکام یعنی قرآن کا صیغہ نہی انسانی زندگی کی تمام جہات جیسے اعتقادی، تعبدی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، عدالتی اور غیرہ کا احاطہ کرتے ہوئے انسانی زندگی کے لیے حدود و قیود متعین کرتا ہے تاکہ متمدن و مہذب معاشرہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ دنیوی و اخروی فلاح کا حصول ممکن ہو سکے۔ موضوع زیر بحث قرآن کا صیغہ نہی اور عائلی منکرات سے متعلق ہے۔ قرآنی صیغہ نہی اور عائلی منکرات کی وضاحت کے ذریعے اللہ رب العزت بنی نوع انسان کو تمام عاءلی منکرات سے بچا کر مقدس رشتوں میں پرونااور ادب و احترام کے ذریعے مہذب بنانا چاہتے ہیں۔ عائلی منکرات دولفظوں عائلی اور منکرات کا مرکب ہے۔ موضوع کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ان دونوں الفاظ کے مفہوم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

عائلی :۔ لفظ عائلی **العائلة** سے مشتق ہے۔ باب **فاعلة** بمعنی **مفعولة** یعنی **عائلة** بمعنی **معولة** ہے جس سے مراد گھرانہ کنبہ، خاندان، جیسے ماں باپ، بہن، بھائی، بیوی، شوہر اولاد اور انکے قریبی رشتہ دار وغیرہ انگریزی میں اسکے لئے Family کا لفظ استعمال ہوتا ہے[1]

منکرات :۔ منکر سے ماخوذ ہے جو کہ معروف کی ضد ہے اور اِصطلاح میں ہر وہ چیز جس کی شریعت نے حرمت، قباحت، کراہت بیان کی وہ منکر ہے[2]

---

* ایم۔ایس سکالر، ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
** اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

الغرض عائلی زندگی کے منکرات سے مراد خاندانی زندگی سے متعلق شارع کے وہ نواہی ہیں جو قباحت، حرمت یا کراہت کے بیان پر مشتمل ہیں اور ان عائلی منکرات سے بچ کر انسانی معاشرہ اپنی عائلی اور گھریلو زندگی کو بہتر بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ عمومی طور پر قرآن پاک ان منکرات کو صیغہ نہی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ذیل میں قرآن کے صیغہ نہی کی روشنی میں عائلی منکرات کی تفصیل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱۔نو مسلم مہاجرہ عورت کفار کی طرف لوٹانے کی ممانعت:

اسلام کفر و شرک کو سخت نا پسند کرتا ہے۔لہذا دولت اسلام سے فیض یاب ہونے کے بعد کفر سے کنارہ کشی کا حکم دیتا ہے۔حتی کہ اگر کوئی کافرہ عورت مسلمان ہو کر دارالسلام میں آئے گی تو اسلامی ریاست کو حکم ہے کہ اسکی کفالت کی جائے اور اسکا نکاح شرک بھی باطل قرار دیا جائے۔ذیل میں قرآنی صیغہ نہی کی روشنی میں نو مسلم مہاجرہ عورت سے متعلق شارع کے احکامات بیان کیے جا رہے ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

۱۔فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ[3] "پس نہ تم واپس لوٹاو انکو کفار کی طرف"

۲۔وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ[4] "اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دیدو "

ثبوت احکام :۔ ان دونوں آیات سے جو تین احکام مستنبط ہوتے ہیں ان میں ایک کافرہ مہاجرہ عورت کا امتحان لینا ہے دوسرا شرک کی حالت میں کئے ہوئے نکاح کا باطل ہو جانا ہے اور تیسرا مسلم خاوند کا اس نو مسلم عورت کے مشرک خاوند کو عورت کا حق مہر ادا کرنا ہے۔ذیل میں ان تینوں مسائل پر سرسری نظر ڈالی جاتی ہے۔

مہاجرہ عورت کا امتحان لینا : اس حوالے سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے:

"جب کوئی مشرکہ عورت مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آتی پھر وہ نبی ﷺ کے سامنے حلف اٹھاتی کہ وہ اپنے زوج کے بغض کیوجہ سے نہیں نکلی اور نہ ہی ایک زمین سے دوسری زمین میں منتقل ہونے کی رغبت یا طلب دنیا تھی بلکہ اس نے ہجرت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لیے ہے"[5]

نبی کریم ﷺ کا نو مسلم عورت کا اپنے سامنے ان باتوں کا اقرار کروانا واضح کرتا ہے نو مسلم کی آزمائش کرنا شرعی اور نبوی طریقہ ہے اور اس پر عمل مسلم حکمران اور معاشرہ کے افراد کے لئے ضروری ہے تاکہ اس مہاجرہ عورت کے اسلام کی طرف رجحان اور قلبی وابستگی کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔

قبول اسلام سے نکاح شرک کا باطل ہو جانا: مشرکہ عورت جب مسلمان ہو گی تو اس کا نکاح شرک باطل ہو جائے گا۔ قرآن میں ارشاد ہے: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ[6] "نہ وہ (عورتیں) ان (مردوں) کیلیے حلال ہیں اور نہ وہ (مرد) ان (عورتوں) کیلیے حلال ہیں"

اسی قرآنی حکم کی اتباع میں امام مالکؒ کے نزدیک جس دن وہ مسلمان ہو گی اسی دن سے اسکے اور مشرک خاوند کے مابین جدائی واقع ہو جائے گی اور امام شافعی فرماتے ہیں "اگر کوئی مرتد ہو جائے تو حرمت عدت سے قبل نہیں"[7] یعنی قبولِ اسلام کے بعد وہ عورت عدت گذارے گی اور اس کے بعد کسی مسلم مرد کے ساتھ نکاح کرے گی۔

مسلم خاوند مشرک خاوند کو نو مسلم عورت کا حق مہر دے : قبولِ اسلام کے بعد اگر یہ عورت کسی مسلمان مرد سے شادی کرتی ہے تو اس مسلمان شوہر پر لازم ہے کہ اس نو مسلم عورت کا طے کردہ مہر اس کے سابق مشرک شوہر کو ادا کردے۔ اس حوالے سے زمخشریؒ فرماتے ہیں: "جب مشرکہ عورت مسلمان ہو جائے پھر مسلم مرد اس سے نکاح کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ مشرک خاوند کو اس عورت کا حق مہر واپس لوٹائے"[8] اس معاملہ پر جب غور کیا جائے تو یہ ایک طرح سے اسلامی احکام میں خلع کے وقت عورت کی طرف سے مرد کو مال ادا کر کے اس سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے اسی طرح سابق مشرک شوہر کو ایک اعتبار سے مسلم شوہر کی طرف سے اس کو مہر کی ادئیگی اس نو مسلم کی طرف سے شمار کی جائے گی۔

2۔ معتدہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت:

اسلام کے عائلی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہے کہ جب عورت کو طلاق ہو جائے تو شوہر اس اپنے گھر سے نہ نکالے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ[9]

"انکو انکے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ کھلی بے حیائی "

ثبوت احکام:۔ اس آیۃ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ معتدہ کو دورانِ عدت گھر سے نکلنا منع ہے اور اگر نکلنا ناگزیر تو کن صورتوں میں وہ نکل سکتی؟ ذیل میں ان دونوں مسائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

***معتدہ کے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت :** اس حوالے سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: "ہر معتدہ چاہے وہ بائنہ ہو یا رجعیہ بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی دائمی حرمت بیان ہوئی ہے جبکہ ضرورت کے تحت جائز ہے وہ مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں"[10]

اس حوالے سے ائمہ فقہ میں اختلافات ہیں جن پر ذیل میں غور کیا جاتا ہے:

ا۔مالکی وحنبلی مذہب:۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک معتدہ ضرورت کے تحت گھر سے صرف دن کے وقت نکل سکتی ہے اور رات کے وقت اسے اپنے عدت والے مسکن میں واپس لوٹنا لازم ہوگا[11] انکی دلیل درج ذیل حدیث ہے جس میں جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ انکی خالہ کو طلاق ہوگئی اور وہ گھر سے دوران عدت کھجور کی فصل کی دیکھ بھال کے لیے نکلیں توانہیں ایک آدمی نے ڈانٹا،لہذا وہ (مسئلہ لے کر)نبی ﷺ کے پاس آئی نبی ﷺ نے فرمایا **بلی فجدی نخلك عسى ان تصدقي اوتفعلي معروفا**[12] "کیوں نہیں پس تو محنت کر اپنی کھجور پر شاید کہ تو صدقہ کرے یا تو معروف طریقے سے خرچ کرے"اس سے واضح ہوتا ہے عورت کا اگر کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو تو وہ اپنی گذر بسر کا سامان کرنے کے لئے اس دوران گھر سے نکل سکتی ہے۔

حنفی شافعی مذہب:۔ مطلقہ بائنہ ، مبتوتہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ دن یا رات کے وقت ضرورت کے لیے یا بغیر ضرورت گھر سے نکلے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیوہ دوران عدت حاجت کے لیے دن کے وقت نکل سکتی ہے[13] وہ درج ذیل آیت سے استدلال فرماتے ہیں:**لا تخرجوهن من بيوتهن**[14] " اور تم ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو" اس سے واضح ہوتا ہے عورت کے ولی کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم ان کو اس دوران ان کے گھروں سے نکالو بلکہ ان کو گھر کے اندر ہی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا ناکی ذمہ داری ہے۔

معتدہ کے گھر سے نکلنے کی صورتیں :۔ فقہاء کی صراحت کے مطابق دوران عدت عورت درج ذیل صورتوں میں گھر سے نکل سکتی ہے:[15]

* قضائے حاجت بلا ضرورت قبل انقضائے عدت نکلے گی تو یہ کھلی بے حیائی شمار ہوگی،
* معتدہ زانیہ ہو لہٰذا اقامت حد کے لیے نکلے،
* دیگر حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کے لیے۔

اس حوالے ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں" اس سے یہ ثبوت ملتاہے کہ معتدہ کا خرچ اور رہائش اسکے خاوند کے ذمہ ہوگا" [16] اس سے واضح ہوا کہ عدت والی عورت کو نان ونفقہ اور سکنی کی سہولت فراہم کی جائے گی اور محض معاشرتی رسم ورواج کی بنیاد پر اس کو گھر سے باہر نہیں نکالا جائے گاہاں مذکورہ بالا امور میں سے کسی ایک کی بنیاد پر اس کو باہر جانے کی اجازت ہے۔

3۔ دوران عدت پیغام نکاح کی ممانعت:

شریعتِ اسلامیہ غم سے نڈھال افرادِ معاشرہ کی ڈھارس بندھاتا ہے لہٰذا طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں اسلام کسی مرد کو اجازت نہیں دیتا کہ کسی خاتون کو دورانِ عدت نکاح کا پیغام پہنچائے اس حوالے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمودات درج ذیل ہیں:

ا۔ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ [17]

"اور نہ تم عزم کرو عقد نکاح کا یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے"

۲۔ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا [18]

" نہ تم وعدہ کرو ان سے پوشیدہ طور پر مگر یہ کہ کہو بات معروف" "

ثبوت احکام :۔ان آیات کریمہ سے مندرجہ ذیل احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

طلاق بائن کے دوران پیغام نکاح بھیجنے کی ممانعت:صراحت کے بغیر کسی اچھے الفاظ میں طلاق بائن کے دوران پیغام نکاح دینے میں کوئی حرج نہیں۔مثلا یوں کہنا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں یا میں چاہتا ہوں میرا جوڑا بھی اللہ ملا دے وغیرہ جیسے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ جبکہ اسکے خاوند ابو عمر و بن حفصؓ نے انہیں آخر ی تیسری طلاق دے دی اور دوران عدت ہی معاویہ بن سفیانؓ، ابو جہنم اور اسامہ بن زیدؓ نے پیام نکاح دیا اور پھر جب انہوں نے اسکا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم عدت کا وقت ابن مکتومؓ کے ہاں گزارو اور عدت مکمل ہونے پر مجھے خبر دینا۔عدت مکمل ہونے کے بعد فاطمہ بنت قیسؓ نے نبی ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح اسامہ بن زیدؓ جنہوں نے پیام دیا تھا کیساتھ نکاح کروا دیا۔

یہ معاملہ واضح کرتا ہے کہ عدت گذارنے والی عورت کو دورانِ عدت اگلے نکاح کے لئے پیغامِ نکاح بھیجنا مناسب نہیں بلکہ اگر کوئی اس طرح کی خواہش رکھتا ہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ بہ انقضائے عدت کا انتظار کرے۔

دوران عدت نکاح کی ممانعت:۔علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوران عدت نکاح صحیح نہیں اگر کسی نے کر لیا اور دخول بھی ہو گیا تو جدائی کروا دی جائے گی[19]۔ ابو بکر کاسانیؒ فرماتے ہیں: **لا یجوز للاجنبی نکاح المعتدۃ حتی ینقضی ما کتب اللہ علیہا من العدہ سواء کانت مطلقۃ او متوفی عنہا زوجہا** [20]

"کسی بھی اجنبی کے لئے جائز نہیں کہ عدت والی عورت سے عدت گذرنے سے پہلے نکاح کرے چاہے وہ عورت مطلقہ ہو یا اسکا خاوند فوت ہو گیا ہو"

اختلافی امر:۔ یہاں ایک اہم معاملہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کا نکاح کرلیتا ہے تو کیا یہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی یا پھر عدت گزر جانے کے بعد وہی شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ ایک مختلف فیہ معاملہ ہے اس حوالے سے درج ذیل فقہی آراء ہیں۔

جمہور کا مذہب:۔ جمہورؒ کے نزدیک وہی شخص جس نے دوران عدت عورتوں سے نکاح کر لیا ہو اس عورت سے عدت پوری ہو جانے کے بعد نکاح کر سکتا ہے [21]

امام مالکؒ فرماتے ہیں: "یہ عورت اس شخص پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی وہ حضرت عمر کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں: اگر ایک عورت کا نکاح دوران عدت کسی شخص سے ہو جائے پھر ملاپ سے پہلے دونوں میں جدائی کروادی جائے تو عدت گزرنے پر یہ شخص دیگر لوگوں کیطرح پیغام نکاح دے سکتا ہے اور اگر دونوں میں ملاپ بھی ہوگیا ہے تو جدائی کروا دی جائے گی اور پہلے خاوند کی عدت گزار کہ پھر اس خاوند کی عدت گزارے گی اور پھر یہ شخص اس عورت سے ہرگز نکاح نہیں کرسکتا۔ فیصلہ کا ماخذ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس شخص نے جلدی کر کے اللہ تعالیٰ کے مقرر کروہ وقت کا لحاظ نہ کیا تو پھر اسکے خلاف اسکی یہ سزا ہوگی کہ وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگی۔ جیسے کہ قاتل اپنے مقتول کے ورثہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا پہلا قول یہی تھا لیکن پھر آپ کاؒ جدید قول یہ ہے کہ یہ شخص بھی اسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ اسکے لیے حلال ہے کیونکہ حضرت علیؓ کا یہی فتویٰ ہے"[22]

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں "کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا اور فرمایا کہ مہرادا کر دے اور عدت کے بعد یہ دونوں آپس میں اگر چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں"[23]

اس ساری بحث سے واضح ہوتا ہے کہ عدت کے دوران نکاح کا معاملہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہاں البتہ اس کے اثرات شرعی سزا کے قیام کی صورت میں مترتب ہوں گے یا نہیں اس بارے اختلاف ہیں البتہ اس کی قباحت اور عدم جواز پر سب کا اتفاق ہے۔

طلاق رجعی کے دوران پیام نکاح دینے کی ممانعت: طلاق رجعی کے دوران پیام نکاح دینا بجزا سکے اپنے خاوند کے کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ اشارۃ یا کنایہ پیام نکاح دے واللہ اعلم کیونکہ طلاق رجعی کی صورت میں مطلقہ اپنے زوجہ کے حکم میں ہے۔ ابو بکر کاسانیؒ فرماتے ہیں: **اما المطلقة طلاق رجعيا فلا نها زوجة المطلق لقيام ملك النكاح من كل وجه فلا يجوز خطبتها كما لا يجوز قبل الطلاق** [24]

"طلاق رجعی والی مطلقہ ملک نکاح کے قیام کیوجہ سے طلاق دینے والے ہی کی زوجہ ہے لہذا اس کو پیغامِ نکاح بھیجنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح کہ (اس) طلاق سے پہلے ناجائز تھا"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ طلاق رجعی والی خاتون کو پیغام نکاح بھیجنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس لئے کہ ابھی سابقہ شوہر کی اس پر ملکیتِ نکاح ختم نہیں ہوئے یا بالفاظِ دیگر ابھی اس کی طلاق کا معاملہ فائنل نہیں ہوا لہذا وہ ابھی نکاح میں ہی ہے اس لئے اس کو اگلے نکاح کے لئے پیغام بھیجنا جائز اور مناسب نہیں ہو گا۔

4۔بچہ کی کفالت کے لیے والد یا والدہ کو ضرر پہنچانے کی ممانعت :

یہ شارع کی مہربانی ہے کہ معاملات زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے بچہ کی کفالت ،تعلیم وتربیت وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکامات نازل فرمائے۔ذیل میں قرآن کے صیغہ نہی کی روشنی میں بچہ کی کفالت سے متعلق احکامات و مسائل بیان کیے جا رہے ہیں: لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ[25]

"نہ تکلیف دو والدہ کو اسکے بچے کیوجہ سے اور نہ اسکے باپ کو بچے کی وجہ سے"

ثبوت احکام :۔اس آیۃ کریمہ میں مندرجہ ذیل نکات اہم ہیں :۔

* **حق رضاعت :۔** اگر ماں اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہے تو شوہر اسے منع نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے اس حق سے محروم کر یگا۔

جمہور مفسرین کا مذہب :۔ ای لا تمتنع لا م من ارضاعه اضرارا بالاب[26]

"یہ کہ نہ منع کیا جائے ماں کو اسکے بچے کو دودھ پلانے سے باپ کو تکلیف دینے کے لیے"

***طلاق کی صورت میں بچہ کی رضاعت :۔** اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ساتھ اسکے بچہ بھی ہے تو اگر عورت اپنی مرضی سے اسکے بچے کو اپنا دودھ پلانا چاہے تو بچے کا باپ انکار نہیں کرے گا اور اگر وہ عورت انکار کر دے تو (شوہر) وہ اسکو مجبور نہیں کر سکتا ،ساتھ ہی ماں کو بھی حکم دیا کہ باپ کیوجہ سے اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہ کرے۔اس حوالے سے حافظ ابن حجرؒ ابن شھاب الزھریؒ سے نقل کرتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ والدہ کو اسکے بچے کیوجہ سے تنگ کیا جائے۔کیونکہ وہ اسکے لیے غذا کا ذریعہ، سب سے زیادہ شفیق اور مہربان ہے۔پس یہ اسکی شان نہیں کہ وہ اس فرض سے انکار کرے جو اللہ نے اسکے ذمہ لگایا اور نہ ہی بچے کے باپ کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے بچے کو نقصان پہنچائے اسکی والدہ کو منع کر کے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔پس ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ دونوں اپنے بچے کو دلی رضا مندی سے دودھ پلانا چاہیں"[27]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی صورت میں مناسب یہی ہے بچے کی ماں ہی اس کو دودھ پلائے اور اس معاملہ میں نہ وہ شوہر کو پریشان کرے اور نہ شوہر اس کو پریشان کرے بلکہ دونوں مل کر بچے کا اور بچے کی محبت کے حوالے سے آپس میں ایک دوسرے کا حق ادا کریں۔

نان نفقہ کی ذمہ داری :- اس حوالے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ** [28]

"اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے"

مزید ارشاد فرمایا:**فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ** [29] "پس اگر وہ تمہارے لئے (بچے کو) دودھ پلادیں تو ان کو ان کی اجرت ادا کرو"

اس سے بعد از طلاق ماں کے اجرت کا معاملہ واضح ہوتا ہے کہ اگر وہ بچے کی پرورش اپنا دودھ پلا کر کرتی ہے تو طلاق دینے والے اس بچے کے باپ کا فرض بنتا ہے کہ اپنے بچے کی ماں کو اس کی خدمت کا صلہ دے۔

نان و نفقہ کا مطالبہ دستور کے مطابق ہوگا: اس بارے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ** [30]

"اور معاملہ کرو آپس میں دستور کے مطابق "

اس حوالے سے علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں:"۔بچے کے والد اور والدہ کے درمیان جو بات بھی طے ہو جائے پھر والدہ جب حق رضاعت اداء کردے تو والد دستور اور طے شدہ معاہدے کے مطابق والدہ کو رضاعت کا معاوضہ ادا کرے "[31] اور قرآن پاک اس کی وضاحت میں ارشاد ہوا: **وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ** [32]

"اگر تم نے (اجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی" اس کی وضاحت میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: **خص الام بالمعاتبة لان المبذول من جهتها هو لبنها لولدها وهو غير متمول وال مفنون به في الصرف و خصوصا في الام على الولدولا كذلك المبذول من جهة الاب،فانه المال المفنون به عادة فالام اذا جدى باللوم واحق بالعتب والله اعلم** [33]

"ماں معاتبہ کیلیے خاص ہے اس لیے کہ اس جہت سے توجہ اسطرف مبذول ہوتی ہے کہ اس کا دودھ بچے کے لیے ہے اورو لی (شوہر)غیر مالدار بے حیثیت ہے خرچ کے معاملے میں اور خاص طور پر ماں کے بارے میں باپ

پر ہے اور نہ ہی اسطرح باپ کیطرف توجہ مبذول ہوتی ہے بیشک باپ کا مال فطرت کے مطابق اس کے ساتھ ہی ہے لہذا اگر ماں ملامت پائے تو وہ عتاب کی زیادہ حقدار ہے"تو دودھ پلانے کی اجرت دستور کے مطابق ہو گی اور اس بارے فریقین میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو تنگ نہیں کرے گا۔

5۔ایام حیض میں مباشرت کی ممانعت :

شارع نے مخصوص ایام سے متعلق قرآن کے صیغہ نہی کی روشنی میں احکام ومسائل بیان کرتے ہوئے یہود اور دیگر مذاہب کے ایسے طرز عمل جن کے مطابق عورت ان ایام میں چھوت اور غلیظ ہے لہذا وہ علیحدگی میں یہ دن گزارے اور نہ ہی امور خانہ داری کے لیے پاک ہے کی مطلقا نفی و نہی فرمادی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ**[34] "اور نہ تم قریب جانا انکے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں"

ثبوت احکام:۔ اس آیۃ کریمہ سے مندرجہ ذیل احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

***ایام حیض میں یہودیوں کے طرز عمل کی ممانعت:۔** حضرت انسؓ فرماتے ہیں [35]کہ یہودی لوگ حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے صحابہؓ نے جب اس بارے میں نبی ﷺ سے سوال کیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا" سوائے جماع کے اور سب حلال ہے " یہودی یہ سن کر کہنے لگے کہ انہیں تو ہماری مخالفت سے ہی غرض ہے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر نے یہودیوں کا یہ کلام نقل کر کے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں پھر جماع کی بھی اجازت دیجیے۔یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ صحابہؓ نے خیال کیا کہ آپ ﷺ ان پر ناراض ہو گئے ہیں۔جب یہ بزرگ جانے لگے تو نبی ﷺ کے پاس کوئی بزرگ دودھ تحفتاً لے کر حاضر ہوا۔آپ نے ان دونوں کو پیچھے سے آواز دی اور انہیں وہ دودھ پلایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا غصہ جاتا رہا "

***حائضہ عورت سے مباشرت کی اجازت:۔** حضرت عائشہؓ سے منقول ہے [36]"کہ "میں نبی ﷺ کا سر دھویا کرتی تھی آپ ﷺ میری گود میں ٹیک لگا کر لیٹ کر قرآن شریف کی تلاوت فرماتے حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی ۔میں ہڈی چوستی تھی اور آپ ﷺ بھی اسی ہڈی کو وہیں سے منہ لگا کر چوستے میں پانی پیتی تھی پھر پیالہ آپ ﷺ کو دیتی آپ ﷺ بھی وہیں منہ لگا کر اس پیالہ سے ویسے منہ لگا کر پانی پیتے اور میں اس وقت حائضہ ہوتی "

حضرت عائشہ کا ہی فرمان ہے[37] "کہ "میرے حیض کے شروع کے دنوں میں آنحضرت ﷺ میرے ساتھ ایک ہی لحاف میں سوتے تھے۔اگر کہیں آپ ﷺ کا کپڑا خراب ہوتا تو آپ ﷺ اس جگہ کو دھولیتے اگر جسم مبارک پر کچھ لگ جاتا تو اسے بھی دھو ڈالتے اور پھر ان ہی کپڑوں سے نماز پڑھتے "

***تہہ بند یا کسی کپڑے کے ذریعے فائدہ اٹھانا:۔** حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں[38] "کہ "ایک شخص نے نبی ﷺ سے آکر پوچھا میری بیوی سے مجھے اسکے حالت حیض میں کیا کچھ حلال ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا تہہ بند کے اوپر کا کل "

***جماع کے لیے حائضہ عورت کا غسل شرط؟** تمام علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ "حائضہ عورت جب تک حیض کا خون آنے کے بعد پاکیزگی یعنی غسل کے ذریعے طہارت حاصل نہ کر لے اس سے جماع کرنا حلال نہیں ہے۔ہاں اگر وہ معذور ہے یا کوئی عارضہ لاحق ہے تو پھر وہ تیمم حاصل کر لے۔اسکے بعد اسکا خاوند اسکے پاس آسکتا ہے کیونکہ حتی یطھرن میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ خون کے بند ہونے کے بعد غسل کر لے یا ایک نماز کا وقت گزر جائے یا خون دس دن گزر جانے پر بند ہو جائے تو پھر مقاربت کی اجازت ہے۔یہ قید اس لیے بڑھائی گئی تا کہ خون کے بند ہونے کا یقین ہوجائے"[39]۔

شریعت کے اس حکم کی حکمت یہ ہے مرد وعورت اس حالت میں جماع کی طبی قباحتوں سے اپنے آپ کو بچالیں کیونکہ ان بیان کردہ صورتوں میں بیماریوں کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔

حائضہ عورت سے جماع کے طبی نقصانات :۔ ڈاکٹر محیی الدین العلابی نے حائضہ یانفاس والی عورت سے جماع کے مندرجہ ذیل میڈیکل (طبی) نقصانات بیان کیے ہیں[40] ۔شوہر اور بیوی کو ایڈز، دیگر جنسی بیماریاں، نومولود میں جسمانی اور ذہنی معذوری کے امکانات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حالت میں شریعت کے حکم پر عمل درآمد میں ہی عافیت ہے۔

6۔باپ کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت:

یہ اسلام کی عنایت ہے کہ اس نے عورت کو مقدس رشتوں میں متعارف کرواکر نہ صرف عزت و تکریم بخشی بلکہ اس کے ہر رشتے کے لیے کچھ احکام و ضوابط متعین فرمائے تاکہ ماں ،بیٹی ،بیوی،بہن غرض ہر رشتے کے لیے ایک الگ مقام، منصب ہونے کیساتھ کچھ حد بندیاں مقرر فرمائیں ذیل میں قرآن کے صیغہ نہی کی روشنی میں باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت بیان کی جارہی ہے: **وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ**[41]

"اور نہ تم نکاح کرو باپ کی منکوحہ سے مگر جو پہلے گزر چکا "

ثبوت احکام۔اس آیۃ کریمہ سے مندرجہ ذیل احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

جاہلیت کی رسم بد کا خاتمہ:سید طنطاویؒ فرماتے ہیں: " اس آیت میں باپ کی منکوحہ سے نکاح پر منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ رسم بد ہے لیکن جو کچھ ہو چکا اس حکم کے نزول سے پہلے اس پر کوئی مواخذہ نہیں پھر جو کوئی نکاح کرے گا ایسی عورت سے جو منکوحہ رہ چکی اسکے باپ کی نسبت کیطرف سے یا رضاعت کیوجہ سے پس وہ اس پر کلی طور پر حرام ہو جائے گی پھر اگر کوئی ایسا نکاح منعقد ہو جائے تو حرمت ثابت ہونے پر مفارقت کروانا واجب ہو گا "[42]اس کی وجہ رشتوں کی حرمت کی پاسداری رکھنا اور باپ اور بیٹے کی حیاء اور رازداری کو باقی رکھنا ہے اور اس عمل سے معاشرہ بہت سی قباحتوں سے بھی بچ جائے گا۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت پر علماء کا اجماع :علماء کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کر لی خواہ نکاح کر کے خواہ ملکیت میں لا کے خواہ شبہ سے وہ وعورت بیٹے پر حرام ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا۔من نظر الی فرج امراۃ حرمت علیہ امہا وبنتہا [43]"جس نے کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا وہ عورت اور اسکی بیٹی اس پر حرام ہو گئی"اس حکم کا مقصد بھی خاندانی غیرت اور حیاء کی پاسداری اور رشتوں کی حرمت کو پامالی سے بچانا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں منعقدہ ممنوع نکاح کا حکم: اس بارے ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں: " زمانہ جاہلیت میں جو نکاح منعقد ہو چکا اسے برقرار رکھا جائے کیونکہ پہلا نقطہ یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آثار صحابہ میں ملتی لیکن ایسی کوئی روایت منقول نہیں"[44]

اس لحاظ سے معاشرے کی غلط رسومات سے آگاہی بھی ہو جائے گی اور خاندانی انتشار واضطراب کا ماحول بھی پیدا نہیں ہو گا۔

محرم رشتوں سے نکاح پر حد کا نفاذ: تمام ائمہ کے نزدیک محرم رشتوں سے نکاح ہر صورت باطل ہو گا پھر اگر قصداً کسی نے نکاح کر لیا اور وطی بھی کر لی تو حد زنا کا نفاذ ہو گا۔سفیان ثوریؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شبہ میں نکاح کیا پھر حد زنا کا نفاذ کیا جائے گا جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو شبہ کے تحت محرم رشتوں سے نکاح کرے پھر وہ وطئی کر لے تو حد کا نفاذ نہیں کیا جائے گا[45]۔اور اس چیز کا خیال نہ رکھا جائے اور ایسے معاملہ پر سزا نہ دی جائے تو پھر رشتوں کی حرمت باقی رہے گی اور معاشرے کا ماحول پاک رہے گا اور گھریلو سطح پر جنسی بگاڑ شروع ہو جائے گا۔

7۔بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی ممانعت:

عورت کے تحفظ کے لیے شریعت نے بلا ضرورت دور جاہلیت کی عورت کیطرح گھر سے نکلنے کی ممانعت قرآن کے صیغہ نہی کی روشنی میں بیان فرمائی ارشادباری تعالی ہے:وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى[46] "اور تم ٹھہری رہو گھروں میں اور نہ دکھلاتی پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت "

تبرج سے مراد :۔لفظ تبرج کے اصلی معنی ظہور کے ہیں او ریہاں زینت کے اظہار کے لیے استعمال ہوا ہے۔جیسے دوسرے جگہ ارشاد ہے غیر متبرجت بزینة [47] "نہ ظاہر کریں اپنی زینتیں " امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں " "تبرج برج جمع بروج ہے جسکے معنی قصر کے ہیں اس لیے ستاروں کی مخصوص منازل کے لیے بروج کا لفظ آیا ہے "[48] قرآن میں ارشاد ہے " وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ[49] "قسم ہے آسمان بر جوں والے کی"

پھر اس میں معنی حسن کا اعتبار کر کے تبرجت المرأة کا محاورہ استعمال ہواجسکے دو معنی ہیں۔

1۔عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا 2۔عورت اپنے قصر سے ظاہر ہوئی"

تبرج الجاھلیۃ سے مراد :۔مجاہدؒ فرماتے ہیں: تبرج الجاھلیۃ سے مراد ہے: کان النساء یتمشین بین الرجال و کانت المراۃ تریں الرجل علی نفسھا"[50] "عورتیں مردوں کے درمیان چلتی تھیں اور عورت اپنے آپ پر مرد کو اختیار دینا چاہتی تھی" اور قرآن نے ایسے ہی معاملات سے مسلم معاشرے کو بچانے کے لئے تبرج جاہلیت سے منع فرمایا ہے۔

بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی ممانعت:مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: "یہ آیت پردہ سے متعلق ہے اور عورت کے لیے مطلقا اپنے گھر میں ٹھہرنے کا حکم ہے اور بلا ضرورت گھر سے نکلنا حرام اور ممنوع ہے"[51]

حدیث میں آتا ہے :ان المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان[52]

نبی ﷺ نے فرمایا "عورت پردہ ہوتی ہے پس جب وہ اس(پردہ) سے نکلتی ہے تو شیطان اسکی تشہیر کر دیتا ہے"

اسی لئے تو قرآن نے عورت کو پردہ کا حکم دیا تا کہ اس کی حفاظت ہو سکے اور اس کی عزت وناموس شیطان کی دسترس سے باہر ہو جائے۔

ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت:امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "ولا تبرجن کا حکم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔خود نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر مواضع ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ازدواج مطہراتؓ کو ارشاد فرمایا:قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن

"تحقیق اجازت دی گئی تمہیں کہ تم نکلو اپنی حاجت کے لیے "[53] لہٰذا اگر جائز مجبوری ہے تو عورت کو گھر پر قید نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ اپنی شرعی اور جائز حاجت کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

گھر سے نکلتے وقت پردہ کا اہتمام کرنے کا حکم : قرآن وحدیث سے جہاں عورتوں کے لیے ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی وہیں باہر نکلتے وقت زینت کے اظہار کو ممنوع اور با پردہ لباس میں گھر سے ضرورت کے تحت نکلنے کی اجازت دی گئی۔قرآن میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ [54] "نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں" اور صراحت کے ساتھ اس حکم کے بعد بھی اگر کوئی عورت بغیر پردہ کے باہر آئے گی تو یہ شریعت کے ساتھ بغاوت کے مترادف ہو گا۔

8۔باہم فضیلت پر تمنا کی ممانعت:

موجودہ دور میں آزادی نسواں کے نام پر مردوزن کے دائرہ کار کی اس فطری تقسیم پر اعتراضات اور مساوات کے نام پر جو پروپیگنڈہ چل رہا ہے وہ سراسر فطری نظام ربی کیخلاف اعلان جنگ ہے۔قرآنی صیغہ نہی کی روشنی میں اس درجہ فضیلت کی وجوہ اور اسکی نوعیت بیان کی جارہی ہے فرمایا:وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ [55] "اور نہ تم تمنا کرو جو فضیلت دی اللہ نے بعض کو بعض پر" اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کے درمیان افتخارو تکبر کا ماحول پیدا ہو گا اور لوگ عاجزی اور انکساری سے عاری ہونے لگیں گے۔

لفظ قوام اور درجہ برتری :۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بیان کی اور اس سے اگلی آیت میں وجہ فضیلت بھی خود ہی بیان کر دی اور وہ درج ذیل ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ [56] " مرد عورتوں پر قوام ہیں "

امام رازیؒ فرماتے ہیں: " قوام سے مراد منتظم و نگران ہے " [57] اور مردوں کی قوامیت کا مقصد اس صنفِ نازک کی کفالت، ان کے لئے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور حفاظت کا سامان فراہم کرنا ہے۔بارگاہِ لم یزل سے ملنے والے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بعض کو بعض پر فضیلت کی وجوہات : امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "مردوں کی عورتوں پر فضیلت کی دو وجوہات ہیں جوکہ وہبی فضیلت اور کسبی فضیلت ہیں۔وہبی فضیلت سے مراد وہ فضیلت ہے جو انسان خود حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اللہ کیطرف سے انہیں عطا کی جاتی ہے جبکہ کسبی فضیلت وہ فضیلت ہے جو انسان اپنی محنت اور ارادہ سے

حاصل کرتا ہے"[58] اور یہاں پر مردوں کو عورتوں پر یہ کسبی فضیلت حاصل ہونے کی وجہ قرآن میں درج ذیل ہے وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ [59] "اور اس وجہ سے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں"

دیگر نظام ہائے زندگی میں صلاحیت کی بنا پر فضلیت : ابو حیان فرماتے ہیں: "اس آیت سے ثابت شدہ ہ مردوں کی کسبی فضلیت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ولایت و حکومت کا اختیار برتری محض زور، تغلب کی بنا پر نہ ہوگی بلکہ افراد کی صلاحیتوں اور قابلیت کی بنا پر انتخاب کیاجائے گا"[60]

اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے جو بعض کو بعض پر فضیلت بخشی وہ بھی ان کو باور کروانے کے لئے ہے ان کی فضیلت مسلمہ ہے اور صاحبِ فضیلت کی فضیلت کا اعتراف معاشرے کے افراد پر لازم ہے۔

بعض کی بعض پر فضلیت سے فرد کی عمومی حیثیت متاثر نہیں ہوتی :اس آیت سے یہ نکتہ بھی ملتا ہے کہ وہبی فضلیت سے یہ ہر گز مراد نہیں کہ ماتحت کی اہمیت میں کمی ہوگی اس نکتے کے بارے میں مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: " یہ فضلیت جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے یہ جنس اور مجموعہ کے اعتبار سے ہے جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی عورت کمالات علمی و عملی میں کسی مرد سے بڑھ جائے اسی طرح صفتِ حاکمیت میں بھی مرد سے فائق ہو جائے"[61]

الغرض ان تمام نکات سے یہ بات واضح ہو تی ہے کہ مرد کی حاکمیت سے نہ تو عورت کی اہمیت کم ہوتی ہے اور نہ ہی عورت کی آزادی متاثر ہوتی ہے۔

9۔عورتوں کے زبردستی وارث بننے کی ممانعت:

اسلام کمزور اور نادار پر خصوصی شفقت فرماتا ہے۔لہذا شریعت اسلامیہ نے ہر ایسے پہلو کی ممانعت فرما دی ہے جو معاشرے کے کمزور طبقہ کی حق تلفی یا جبر پر مبنی ہو۔لہذا عورت سے زبردستی نکاح کرنا، یا اس کو زبر دستی نکاح پر مجبور کرنا یا اس کو خلع پر مجبور کرنا شارع نے حرام فرمادیا ہے۔ارشادربانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ [62]

" ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے ، اس میں سے کچھ لے لو ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں۔"

ثبوتِ احکام:۔ان آیات کریمہ سے مندرجہ ذیل احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی رسم بد کا خاتمہ:۔ ابن کثیرؒ نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے: "جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اسکے وارث اسکی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے تھے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اور اگر وہ چاہتے تو کسی دوسرے کے نکاح میں دے دیتے اگر چاہتے تو اس عورت کو نکاح ہی نہ کرنے دیتے عورت والوں سے زیادہ حقدار اس عورت کے یہی گنے جاتے تھے۔جاہلیت کی اس رسم بد کا خاتمہ کیا گیا[63] اور اس کی مزید صراحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ملتی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ [64]

"اور نہ تم تنگ کرو انکو جب وہ پوری کرلیں اپنی عدت کہ وہ نکاح کریں اپنے شوہروں سے جب وہ آپس میں راضی ہو جائیں"

علامہ قرطبیؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں[65]۔یہ آیت مندرجہ ذیل معنی پر دلالت کرتی ہے.

i۔بیوی کو خلع لینے پر مجبور کرنے کی ممانعت :۔

عورت نا پسند ہے دل نہیں ملا چھوڑنا چاہتا ہے لیکن اس صورت میں مہرو غیر ہ تمام حقوق دینے پڑجائیں گے اس سے بچنے کے لیے اسے ستا نا طرح طرح سے تنگ کرتا ہے تا کہ وہ خود اپنے حقوق چھوڑ کر چلی جائے اس صورت سے مسلمانوں کو روک دیا گیا

ii۔عورت کو عقد ثانی سے روکنے کی ممانعت:۔ قریش مکہ میں یہ بات جاری تھی کہ کسی شخص نے کسی شریف عورت سے نکاح کیا پھر موافقت نہ ہوئی تو یہ اسے طلاق دے دیتا تھا لیکن یہ شرط کر لیتا کہ بغیر اسکی اجازت کے وہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی اس کام کے لیے باقاعدہ شاہد مقرر ہو جاتے اور اقرار نامہ لکھ لیا جاتا۔اب اگر کہیں سے عورت کو پیغام نکاح آتا عورت راضی ہوتی تو یہ شخص کہتا مجھے اتنی رقم دو تو اجازت دوں گا ورنہ نہیں اس کو روکے رکھتا اور دوسرا نکاح نہ کرنے دیتا

iii۔بیوی سے ہدایہ، حق مہر واپس لینے کی ممانعت :۔ ابو بکر جصاصؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں[66]*

اس آیت میں اس بات کی ممانعت ہے کہ شوہر عورت کو اس لیے تنگ کرے کہ وہ مہر سے دستبرداری کر کے خلع لے لے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں "کہ جب شوہر کو اپنی بیوی سے رغبت نہ رہے تو پھر صرف مہر کی ادائیگی کے خوف سے اسے نہ روکے بلکہ اسے آزاد کر دے اور مہر ادا کر دے"

Iv۔ بیوی کی بدچلنی کی صورت میں بیوی کو خلع پر مجبور کرنا۔ ابن عباسؓ، قتادہؒ، ضحاکؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ جب بیوی کی بدچلنی شوہر پر واضح ہو جائے پھر اسکے لیے جائز ہے کہ فدیہ یعنی خلع کے لیے اسے مجبور کر دے[67]

11۔دوران اعتکاف مباشرت کی ممانعت :

اعتکاف کی حالت میں زوجین کے لئے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ**[68]

"اور نہ تم مباشرت کر و ان سے اور تم حالت اعتکاف میں ہو مسجد میں۔"

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:اس آیت کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ اس میں مجامعت سے منع کیا گیا ہے اور یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور دوسری یہ کہ اس میں لمس اور بوسے سے منع کیا گیا ہے اور یہ ابن زید اور امام مالک کا قول ہے[69] اس میں یہ احتمال ہے کہ مباشرت کے حقیقی معنی مراد ہوں نیز یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ المس کی طرح یہ جماع کے لفظ کے لیے لفظ کنایہ ہو۔اس بات پر سب فقہا کا اجماع ہے کہ یہاں مباشرت سے مراد جماع ہے لہٰذا اس آیت نے معتکف کے لیے جماع کی ممانعت کر دی ہے ۔

امام شافعیؒ کے دوسرے قول کے مطابق ایسی ہمبستری سے اعتکاف فاسد ہو گا جس سے حدود واجب ہوتی ہیں یعنی اپنی بیوی یا لونڈی سے ہمبستری کی صورت میں اعتکاف فاسد نہیں ہو گا[70] بہر حال شریعت کا منشاء یہی ہے کہ اعتکاف کی حالت میں ہر ایسے عمل سے گریز کیا جائے جو کہ شہوت یا تسکینِ شہوت کا ذریعہ بن سکے۔

محرم معتکف کے لیے حکم میں فرق :۔ ابن عا بدینؒ فرماتے ہیں[71] *

محرم اور معتکف کے لیے شرعی احکامات کی نوعیت مختلف ہو گی۔جیسے

* محرم اگر مباشرت کرے یعنی بوس کنار کرے تو اس پر دم یعنی قربانی واجب ہو جائے گی۔خواہ اسے انزال نہ بھی ہو لیکن معتکف پر ایسا کوئی کفارہ نہیں آیا۔

*محرم کا احرام مباشرت سے خواہ انزال ہو جائے فاسد نہیں ہو گا سوائے اسکے کہ عورت کے اندام نہانی میں جنسی عمل کیا جائے لیکن معتکف کا اعتکاف مباشرت کے نتیجہ میں ہونے والے انزال سے فاسد ہو جائے گا۔

*محرم کے لیے جماع اور اسکے دو اعی مثلا خوشبو ، سلے ہوئے کپڑے ، سر ڈھانپنا ، کرنا سب ممنوع ہے لیکن معتکف کے لیے سوائے جماع کے باقی چیزیں ممنوع نہیں ہیں۔یعنی خوشبو ، کنگھی ، لباس وغیرہ معتکف کے لیے حاجت انسانی کے سوا مسجد سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔

12۔یتیم لڑکیوں سے جبرا نکاح کی ممانعت :

قرآن وحدیث میں یتیم لڑکیوں سے نکاح کے لیے احتیاط اور انصاف کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔فرمان باری تعالی ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [72]

جی کو" "اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو یتیموں کے بارے میں پھر نکاح کرو جو پسند آئیں عورتوں میں سے تمہارے ابن ابی حاتمؒ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا[73]

" اگر کوئی شخص یتیم لڑکی کا کفیل بنایا جائے پھر وہ اسکے مال میں شراکت کرے اور اسے اسکا مال پسند آئے اسی طرح اسکا حسن بھی پھر وہ چاہے کہ وہ اس یتیم لڑکی سے شادی کرے منصفانہ طریقے سے اسکا حق مہر ادا نہ کرے لہذا اسے اس (کفیل) کو اس بات سے منع کیا گیا کہ ان کا مال اور حق مہر دبا کر ان سے نکاح کیا جائے"

اس شرعی حکم کا مقصد یتیم لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے معاملات کی نگہبانی ہے نہ کہ جاہلیت کے انداز میں ان کے حقوق کو سلب کرنا ہے۔

13 ۔متعدد بیویوں کے درمیان نا انصافی کرنے کی ممانعت:

اللہ تبارک تعالی نے معاشرتی زندگی کے حسن و تمدن کو قائم رکھنے کیلیے معاملات عائلی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق راہنمائی فرما دی ہے۔ایک سے زیادہ بیویاں یعنی چار یا اس سے کم اور پھر ان میں پیار و محبت میں یکساں ہونا امر محال ہے۔لہذا شارع نے اس سے متعلق احکام و مسائل بیان کر دیے ہیں۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ [74] "پھر نہ جھک جاو تم ایکطرف کو پھر چھوڑ دو اسے (پہلی بیوی کو)لٹکی ہوئی لکڑی کیطرح"اس حوالے سے مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں[75] اس سے مراد یہ ہے کہ

"تم پیارو محبت میں تو یکساں نہیں ہو سکتے لیکن دیگر معاملات جیسے تقسیم میراث ، تقسیم اوقات نان ونفقہ،سکونت اور دیگر ازدواجی تعلقات میں عدل کرو۔نیز اگر کوئی بیوی عمر رسیدہ یا بیمار ہو جائے تو اسے بے وقعت چیز سمجھ کر فراموش نہ کر دوبلکہ اسکی ضروریات صحت اور دلجوئی کا بھی خیال رکھو"

شریعت اگر ایک سے زاید عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دیتی تو ان کے حقوق کی ادائیگی بھی یقینی بناتی ہے اور اس معاملے میں کسی بھی قسم کی کوتائی عتاب وسزا کا سبب بن سکتی ہے۔

14۔مطلقہ کو اذیت دینے کی ممانعت:۔

اسلام دین رحمت اور معاشرے کے مظلوم ،کمزور افراد کی داد رسی کرتا۔دور جاہلیت میں لوگ عورت کو طلاق دیتے اور پھر رجوع کر لیتے ان کا مقصد صرف عورت کو اذیت دینا ہوتا لہذا قرآن کے صیغہ نہی کے ذریعے اسکی ہمیشہ کے لیے ممانعت فرما دی گئی۔ارشاد باری تعالی ہے: **وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُواْۚ**[76] "اور نہ تم روکو انکو تنگ کرنے کیلیے تاکہ تم سرکشی کر سکو"اس لئے کہ نکاح کا مقصد خانگی سکون اور الفت ومحبت می اضافہ ہے نہ کہ طلاق کے ذریعے اس صنفِ نازک کوتکلیف دینا ہے۔

ثبوت احکام۔اس آیۃ کریمہ سے مندرجہ ذیل احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

جاہلیت کی رسم بد کا خاتمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: **ان الرجل كان يطلق امراءته ثم يقول والله لا اورثك ولا ادعك،فقالت وكيف ذلك؟قال اذا كدت تقضين عدتك رجعتك فنزلت هذه الاية**[77]

" بیشک آدمی طلاق دیتا جاہلیت میں اپنی عورت کو طلاق دیتا پھر وہ کہتا میں نہ تیرا وارث بنوں گا اور نہ ہی تمہیں طلاق دوں گا،وہ کہتی تو ایسا کیسے کرے گا؟وہ جواب دیتا کہ جب تیری عدت پوری ہونے کہ قریب ہوگی میں رجوع کر لوں گاپھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی"

یہ روایت واضح کرتی ہے طلاق کی گنجائش شریعت نے تب رکھی ہے جب کہ فریقین کا اکٹھے رہنا مشکل ہو جائے اور اگر ایسی حالت نہیں ہے بلکہ محض اس معاملہ سے عورت کو تنگ کرنا مقصد ہے تو اسلام اس کو ظلم قرار دیتے ہوئے اس قبیح رسم اور عادت کا خاتمہ چاہتا ہے۔

15۔آیات اللہ کو مذاق بنانے کی ممانعت :

اس آیت سے یہ حکم بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کے احکامات کو مذاق نہ بناو جیسے ارشاد باری تعالی ہے **وَلَا**

تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا [78] "اور تم اللہ کی آیات کو مذاق نہ بنا"
اس میں واضح کیا گیا ہے کہ ان عائلی معاملات میں اللہ آیات کے ساتھ مذاق سے تعبیر کیا جائے گا لہذا مقصودِ شریعت پر عمل بہر صورت لازمی ہوگا۔

16 ۔ والدین کی دل آزاری کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں صراحت کے ساتھ حکم فرمایا: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا [79] "پس تم ان دونوں کے سامنے اف تک بھی نہ کہو اور نہ ہی انکو ڈانٹو"
کلمہ "اف" کی وضاحت کرتے ہوئے امام بغویؒ فرماتے ہیں: **اسم صوت ینبیء الضجر فلا تقل لهما اف حين تميط عنهما الخلاء والبول كما كان يمطانه عنك صغير** [80] "یہ ایسا اسم صوت ہے جو کہ ڈانٹ ڈپٹ کی خبر دینے کے لئے ہے لہذا اگر ان سے پاخانہ یا پیشاب خارج ہو جائے جیسا کہ تیرے سے بچپن میں خارج ہو جاتا تھا تو توان دونوں کو اف بھی نہ کہہ" اس اکرام والدین کا درس ملتا ہے اور لفظ **لا تنهرهما** کی وضاحت میں سید طنطاوی فرماتے ہیں: **ای لا تزجرهما بالكلمة العالية** [81] "نہ ان دونوں کو تو بلند آواز سے ڈانٹ"

خلاصہ بحث:

الغرض یہ قرآن کے صیغہ نہی کا اعجاز ہے جس کے ذریعے شارع نے عائلی نظام زندگی کو وہ دائمی تطہیر و تقدیس سے نوازا کہ اجڈ، وحشی باپ کی بیویوں سے نکاح کرنے والے ،عورت کو ایک جاگیر اور معاشرے کا ایک حقیر فرد سمجھنے والے انسان کو اسقدر مہذب، مطہر اور متمدن کر دیا کہ منصب خلیفۃ اللہ و مسجود ملائکہ کا حق اداء کر دیا۔ رسوم جاہلیت اور ظلم وزیادتی کے تدارک کے لیے نکاح و طلاق کے معاملات میں اولاد اور اولیاء کے حقوق و فرائض متعین کیے۔ اگرچہ عورت ہر دور میں مظلوم رہی ہے لیکن یہ قرآن کا صیغہ نہی ہی ہے جس نے عورت کو نہ صرف دور جاہلیت کی بندشوں اور اذیتوں سے آزاد کروایا بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں عورت کو تحفظ دیا بالخصوص یتیم اور بے سہارا خواتین کے حقوق کی فراہمی اسلام نے یقینی بنائی اور معاشرے کے افراد کو والدین کی نافرمانی اور بے ادبی سے اجتناب کا حکم دیا۔

حوالہ جات

1۔ قاسمی، کیرانوی، وحید الزماں، القاموس الوحید، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ١/ ٢٧٦

[2]الجزری، ابو السعادات المبارک بن محمد، النھایۃ فی غریب الاثر، باب النون مع الکاف، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ٣/ ٢٤٠

[3] الممتحنہ، 60: 10

[4] الممتحنہ، 60: 10

[5]سید طنطاوی، الوسیط 4173/ 1 . دار الکتب العربیہ، بیروت، 1198

[6] ۔ الممتحنہ، 60: 10

7. قرطبی، اندلسی، محمد بن احمد (م 671ھ)، الجامع لاحکام القرآن 1066/ 18، دار الشعب القاہرۃ، مصر، ابو حفص مرین علی الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، 283/ 12، ابن جزی (693ھ-741ھ)، محمد بن احمد، التسھیل لعلوم التنزیل، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ٣/ ١٦٦

[8]۔ زمخشری، محمود بن عمر (1075ھ-1143ھ)، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل،، دار الکتب العربیہ، بیروت، 2000، ٤/ ٥١٦

[9]الطلاق، 65: 1

[10]۔ الزحیلی،، وہبہ بن مصطفی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، 275/ 28، دار الفکر المعاصر، دمشق، الطبعۃ الثانیۃ، 1418ھ، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 154/ 18، النسفی، تفسر النسفی، ٤/ ٢٥٤

[11]۔ ابن علیش، فتاوی ابن علیش، باب، مسائل العدۃ، والاستبراء، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ٢/ ١٣

[12]۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (824ء-887ء)، السنن، باب ھل تخرج المراۃ فی عدلتھا، مطبعۃ عبد اللہ ہاشم یمانی، مدینہ منورہ، ١/ ٦٥٦ مسلم بن حجاج (206ھ-261ھ)، الجامع الصحیح، باب جواز خروج المعتدۃ البائن، دار الکتب العربیہ، بیروت، ٢/ ١١٢

[13]۔ شیبانی، محمد بن حسن (م 189ھ)، الجامع الصغیر، باب فی الرجعۃ 228/ 1، مطبعۃ عبد اللہ ہاشم یمانی، مدینہ منورۃ، مرغینائی، برہان الدین، علی بن ابی بکر (م 593ھ)، لعنایۃ شرح الھدایۃ، باب الفاظ الرجعۃ، 421/ 5)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[14]۔ الطلاق، 65: 1

[15]۔ عبد الرحمن بن القماس، الحادی فی تصنیف القرآن، 16/ 770، المکتب الاسلامی، بیروت، 1980ء، سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل، (م 490ھ)، المبسوط، باب النفقۃ فی الطلاق، ٤/ ٩٧، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت۔

[16]۔ الزحیلی، وہبہ، التسفیر المنیر، ٢٨/ ٢٧٦، قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ١٨/ ١٥٥

[17]۔ البقرہ، 2: 235

[18]۔ البقرہ، 2: 235

[19] ۔ ابن کثیر، ابو الفداء، عماد الدین، محمد بن اسماعیل (1301ھ-1373ھ)، تفسیر القرآن العظیم 348/ 1

[20] ۔ عسقلانی، بن حجر، احمد بن علی، (773ھ-852ھ) فتح الباری شرح بخاری، 180/ 9، ادارہ اسلامیات، کراچی، کاسانی، علاو الدین ابو بکر بن مسعود (م 587ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، باب، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، الطبعۃ الاولی، 1910ء، ٣/ ٢٠٤

[21]۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،۱/ ۳۴۸

[22]۔مالک بن انس، المدونۃ، باب الطلاق، ابو علی عمر بن قداح الھواری، المسائل الفقیہۃ باب سائل النکاح، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱/ ۲۴

[23]۔ابن کثیر، تفسیر القران العظیم،۱/ ۳۴۸

[24]۔ابو بکر کاسانی، البدائع الصنائع، کتاب الطلاق،۳/ ۲۰۴، ۲۲۰

[25]۔البقرہ،2: 233

[26]۔ماوردی، ابو الحسن، علی بن محمد بن حبیب (364ھ-450ھ) النکت والعیون، 250/1، وزارۃ الاوقاف شوون لاسلامیہ، قرطبی، الجامع الاحکام القرآن 320/1، سیوطی، جلال الدین، ابو الفضل، عبد الرحمن بن ابی بکر (م 911ھ) الدر المشور مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ۱/۳۰۱

[27]۔ابن حجر، فتح الباری ۹/ ۵۰۵

[28]۔البقرہ،2 : 223

[29]۔الطلاق،65: 6

[30]۔الطلاق،65: 6

[31]۔ماوردی، النکت والعبون،۱/ ۲۵۲، کاسانی، بدائع الصنائع، باب الرضاعۃ ۳/ ۴۰۳، مالک المدونہ، باب الرضاعۃ ۶/ ۳۵

[32]ماوردی، النکت والعبون ۱/ ۲۵۲

[33]۔زمخشری، الکشاف ۴/ ۵۵۹

[34]۔البقرہ،2: 222

[35]ماوردی، النکت والعیون، ۱/۲۳۵، ابن حجر، فتح الباری، ۱/۳۹۹

[36]۔بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (194ھ-256ھ)، الجامع الصیحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ ایامہ، باب قراءۃ الرجل فی حجر امرات، کارخانہ تجارت کتب، دہلی، ۱۹۳۱، ۱/ ۶۷

[37] ۔ابن ماجہ، باب ماجاء فی دم الحیض، 206/1، ابی دائود، سنن، باب المراۃ تفسل بھا ۱/ ۴۹

[38]۔قرطبی، الجامع لاحکام القرآن،۱/ ۲۵۰

[39]۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،۱/ ۱۲۱، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن،۱/ ۱۵۳

[40] (https:llislamqa.info/en/43028" Time: 10:00Am Dated 21-10-2016)

[41]۔النساء،4 : 22

[42]۔سید طنطاوی، الوسیط،۲/ ۹۰۲

[43]۔جصاص، ابو بکر، احمد بن علی الرازی، (305ھ-370ھ)، الاحکام القرآن،، دار احیاء الترث العربی، بیروت، 1972ء ۳/ ۳۰۵، ۳۰۷۔کاسانی، بدائع الصنائع، فصل لایقع نکاح المرءاۃ التی یتزوجھا، ۲/ ۲۶۲، مالک بن انس، المدونۃ، کتاب النکاح الثالث ، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت،۶/ ۲۶

[44] جصاص، الاحکام القرآن، ۳/۳۰۵۔۳۰۷،

[45]۔ابن قدامہ، عبد اللہ (م 620ھ)، المغنی، المکتب الاسلامی، الطبعۃ الخامسۃ، بیروت، لبنان، 1998ء ۱۰/ ۱۴۸

[46]۔الاحزاب،33: 33

47۔ محمد شفیع بن یسین (م 1971ء)، معارف القرآن،، تاج کمپنی، کراچی، ۲۰۰۷ء، ۳۳

48۔ اصفہانی، ابو القاسم، حسین بن مفضل، راغب (م502ھ) مفردات القرآن فی غریب القرآن، موسسہ تحقیقات و نشر معارف اھل البیت، ۱/ ۸۱، ۸۲

49۔ البروج، 85: 1

50۔ سیوطی الدر المنثور ۶/ ۲۰۱، ۲۰۲، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷/ ۱۹۷، ۱۹۰، زمخشری، الکشاف، ۳/ ۵۳۴

51 ۔ محمد شفیع، معارف القرآن، 122:6

52۔ ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی (م179ھ)، الجامع، ایم ایم سعید کمپنی اینڈ سنز، کراچی، ۷/ ۴۶۷

53 ۔ قرطبی الجامع لاحکام القرآن 9/ 334

54۔ االاحزاب، 33: 59

55۔ النساء، 4 : 32

56۔ النساء، 4 : 34

57۔ رازی، ابو عبداللہ، محمد بن عمر (544ھ-606ھ)، مفاتیح الغیب، 122/ 2، آداب منزل، کراچی، 1980ء۔

58 ۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۴/ ۱۲۲، محمد شفیع، معارف القرآن، ۲/ ۳۹۶

59۔ النساء، 4 : 34

60۔ ابو حیان، البحر المحیط، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ۲/ ۲۳۱

61۔ محمد شفیع، معارف القرآن ۲/ ۳۹۷

62۔ النساء، 4 : 19

63۔ ابن کثیرؒ، تفسیر القرآن العظیم، ۱/ ۵۷۱[63]

64۔ البقرۃ، 2 : 232

65۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۳/ ۹۵، ۹۶

66۔ ابو بکر جصاصؒ، الاحکام القرآن، ۳/ ۲۷۵، ۲۷۶

67۔ ابو بکر جصاصؒ، الاحکام القرآن، ۳/ ۲۷۷

68۔ البقرۃ، 2: 187

69 ماوردی، النکت والعیون، ۱/ ۲۵۲

70۔ ابو بکر جصاص، الاحکام القرآن، ۱/ ۵۷۲

71۔ ابن عابدین شامی، محمد امین بن عمر (م1252ء)، رد المختار، المکتبۃ الماجدیۃ، کوئٹہ، طبعۃ 1399ھ، ۱/ ۵۸۸

72۔ النساء، 4 : 3

73۔ ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ابی حاتم، الرقم الحدیث 47450))، مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ۳/ ۵۸۷

74۔ النساء، 4 (4)129

[75]۔ محمد شفیع، معارف القرآن ۲۱/ ۳۳۵

[76]۔ البقرۃ، 2 : 231

[77]۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ا/ ۱۵۷

[78]۔ البقرۃ، 2 : 231

[79]. الاسراء، 17 : 23

[80]بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود (م 516ھ)، معالم التنزیل، . ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1938ء، ۵/ ۸۶

[81]طنطاوی، الوسیط، . مکتبہ علوم الدینیہ، بیروت، ۳/ ۲۶